زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

حافظ حمود الرحمٰن

۱۵/نومبر ۲۰۰۹ء کی وہ کیسی خون آلود شام تھی جب حضرت سید ذوالکفل بخاری کی وفاتِ ناگہانی کی اندوہناک خبر ملی اور آنکھوں سے اشک رواں ہوگئے اور حضرت کے ساتھ جو چند لمحات بیتے تھے ساتھ ہی ذہن میں گردش کرنے لگے۔ بچپن سے لے کر اب تک ہر موقع کی ان کی یاد میرے ساتھ ہے۔ حضرت استادِ محترم سید ذوالکفل شاہ صاحب نے بچپن میں راقم کو ایک کتاب اپنی لائبریری سے عنایت کی تھی: زمین کی تہہ میں۔ ادارۂ ہمدرد کی اِس کتاب میں ایک ناول کی شکل میں زمین کی اندرونی ساخت بتائی گئی تھی۔ ایک تو کتاب پُراثر اور دلچسپ اور پھر کتاب عطا کرنے والی مردم ساز شخصیت، دونوں کی تاثیر نے ایک کھلنڈرے بچے کو کسی حد تک مطالعہ کا شوق ڈال دیا۔ اور آج کتاب بیزاری کے اس عمومی ماحول میں میرا کتاب بیزار نہ ہونا اُن کا ہی صدقہ ہے۔ اور آج جو میرے ہاتھ میں قلم ہے اور اِس قلم سے میں اُن کے متعلق اظہارِ جذبات پر قادر ہوں، یہ استاذی حضرت ذوالکفل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی فیضان اور ان کی توجہات کا نتیجہ ہے۔ بلاشبہ وہ ایک بہترین مربی تھے۔

سیدی حضرت شاہ صاحبؒ کی زیارت قلب ونظر کی تسکین کا باعث تھی۔ شعبان ۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶ء میں جب دارِ بنی ہاشم میں ختم نبوت کورس کا آغاز ہوا تو راقم بھی شریک کورس تھا اور چند دن حضرت استاد صاحبؒ کی تسلسل کے ساتھ رفاقت وزیارت حاصل زیست ہے۔ اور ان صفحات پر اکثر وہی یادیں ہی ہیں۔ البتہ سادات کی غلامی کا تعلق حضرت دادا جان مدظلہ (مولانا محمد یاسین صاحب خادم خاص حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) کی طرف سے منتقل ہوا ہے (بفضل اللہ) ایک مرتبہ دادا جان نے چچا جی کو نہایت بھرپور طریقے سے ان کی نسبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یاد دلایا تھا جب وہ غالی فرقہ کے ایک نام نہاد سائیں بابا کے ہتھے چڑھ رہے تھے کہ پتر! توں جتھے مرضی چلا ون، تیرا پیو سیداں دا غلام ہے۔ تو وی سیداں دا غلام رہسیں۔ (بیٹا تو جہاں بھی چلا جا لیکن تیرا باپ سادات کا غلام رہا ہے، اور تو بھی اِنہی کا غلام رہے گا) انشاء اللہ۔ یہی تعلق ہی ہمارا فخر اور ورثہ ہے اور یقیناً نجات کا ذریعہ بھی۔

ختم نبوت کورس میں شرکت سے حضرت سید شاہ صاحبؒ سے براہ راست شرف تلمذ حاصل ہوا جو انشاء اللہ تادم آخر فخر وانبساط کے طور پر ساتھ رہے گا۔

یہ فخر تو حاصل ہے برے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی تیرے ساتھ چلے ہیں

اللہ نے استاد صاحبؒ کو تمام اوصافِ حمیدہ سے وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ ان کی ذات کا مشاہدہ کریں تو ہر وصف نمایاں نظر آتا ہے۔ اس کے باوجود تواضع تو ان میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی جس کا اس عاجز نے ہر ملاقات میں اثر لیا اور ساتھ ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ ہر پھلدار شاخ جھکی ہوتی ہے۔ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اللہ نے اس کو بلند (رفیع الشان) کر دیا اور یہ بلندی ورفعت ان کی زندگی

میں قدم قدم پر دکھائی دیتی ہے۔ سب سے بڑھ کر علم کی رفعت جوان کے سامنے چند گھڑیاں گزارنے والے کو بھی محسوس ہوتی تھی میرے خیال میں ان کے پاس بیٹھنے والا کوئی بھی شخص ان کی ذات سے محروم اور بے فائدہ اٹھ کر کبھی نہیں گیا۔ علمی لحاظ سے ان کی مثال اس عطار کی سی تھی جس کے پاس بیٹھنے والا بغیر ارادہ کے بھی اس کی خوشبو سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے حتیٰ کہ محض گزرنے والا بھی۔ وہ ہمہ وقت جستجو اور مطالعہ میں منہمک رہتے تھے۔ دوسروں کی بلاتفریق علمی رہنمائی کرنا اپنا فریضہ سمجھتے اور اس فریضے کی ادائیگی کے بعد دلی خوشی اور اطمینان محسوس کرتے تھے۔

رات دن جس کو اس جہاں میں کام تھا　　ہر گھڑی جہد و مشقت جس کا شغل عام تھا
زندگی میں اپنی جو وقف غم و آلام تھا　　چین سے سوتا نہ تھا بیگانۂ آرام تھا
وہ گیا ہے عالم برزخ میں سونے کے لیے　　رہ گئے ہم اس جہاں میں رونے کے لیے

یہ علمی رفعت کی کیا کم دلیل ہے کہ وہ ام القریٰ یونیورسٹی مکۃ المکرّمہ کے استاد تھے اور ملک و بیرون ملک سے بڑے بڑے نامور ادباء اور اہلِ علم اُن کے حلقہ کی زینت تھے جوان سے تعلق کو فخر گردانتے تھے۔ اور یہ بھی علم ہی تھا جس کی وجہ سے انھیں تقویٰ کی رفعت نصیب تھی (انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء) کبھی بھی انھیں کسی عمل میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برعکس کرتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ ہنسی مزاح میں بھی (سنت کے مطابق) تبسم فرماتے تھے لطیفے سنانے کے بعد سننے والوں کی ہنسی اور خوشی سے نسبتاً زیادہ لطف اندوز ہوتے تھے۔ سر پر ہمیشہ ٹوپی رکھتے اور ڈاڑھی ماشاء اللہ سنت کے بالکل مطابق تھی۔ مجھے تو یقین ہے کہ اللہ نے علم و تقویٰ کی اسی صلاحیت (میرٹ) کو دیکھتے ہوئے اپنے حرم کے قرب میں جگہ دی اور درس و تدریس میں ایسے عظیم منصب کے لیے منتخب کیا اور یوں حضرت استاد صاحبؒ کو دنیا بھر سے آئے ہوئے طالبان علم کی تشنگی کے لیے سیرابی کا سامان بنا دیا۔

اللہ رب العزت کی طرف سے حضرت استاد صاحبؒ کو ایسی قبولیت عامہ اور مقبولیت تامہ نصیب تھی کہ چھوٹا بڑا بوڑھا جوان جو کوئی بھی استاد صاحبؒ سے ایک دفعہ مل گیا پھر استاد صاحبؒ اس کی لوحِ خیال سے محو نہ ہو سکے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اس نعمت کو تو بڑے لوگ ترستے ہیں اور کسی کسی کے نصیب میں یہ خصوصیت آتی ہے اور وہ بھی عمر کا ایک قابل ذکر حصہ گزارنے کے بعد مگر حضرت استاذ صاحبؒ جوانی میں ہی بفضل اللہ اس دولت سے سرفراز ہو چکے تھے اور ان شاء اللہ تاقیامت رہیں گے۔ اور کیوں نہ ہوں وہ تو حسن خلق کی بلندی کا نمونہ، شائستگی کے پیکر، اعلیٰ ظرفی کی اعلیٰ مثال اور بے لوث ہمدردی کے امین گویا مخزن اخلاق تھے۔

کورس کا جب اختتام ہوا تو اس عاجز نے تمام اساتذہ سے نصائح کی درخواست کی جب حضرت شاہ صاحبؒ سے عرض کیا تو فرمانے لگے کہ نصیحت تو بڑوں سے لکھوائی جاتی ہے۔ میں نے کہا آپ بھی تو ہمارے لیے بڑے ہیں ساتھ ہی کاپی پر ایک شعر لکھ دیا کچھ دیر بعد میں نے یہی کاپی بنت امیر شریعتؒ سیدہ نانی جان دامت برکاتہن سے نصیحت لکھوانے کے لیے عطاء المنان بھائی کے ذریعے جب گھر بھیجی تو حضرت استاد صاحبؒ میری کاپی خود لے کر باہر آئے اور مزاح کے انداز میں فرمانے لگے کہ آپ نے اپنے بارے میں بتایا ہی نہیں میں تو آپ کو پورے کورس میں سمجھتا رہا کہ شاید حضرت تھانویؒ کے سلسلے کے کوئی بزرگ ہیں (گول شیشوں والا چشمہ اور عمامہ کی وجہ سے) پھر بیٹھک میں قریباً ایک گھنٹہ تک مجھے لے کر بیٹھے رہے اور فضولیات سنتے رہے۔ آج جب یہ سوچتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ اتنا عظیم انسان اس ناکارہ کی بے کار گفتگو کتنی ہی دیر تک

سنتا رہا۔ لا ریب اُن کی ہر ادا دل میں گھر کر جانے والی تھی۔

کتنے حسین لوگ تھے مل کرکے ایک بار
آنکھوں میں بس گئے دل وجاں میں سما گئے

یہ ہے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ کے بغیر ناممکن ہے۔ بلا شبہ وہ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہی وجہ تھی کہ یہاں ان کا دل ہی نہیں لگتا تھا۔ ہمیشہ وہ حجاز مقدس جانے پر مصر رہتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مجھے وہاں کی مٹی اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور واقعی ان کے لیے اس مٹی کی کشش غیر معمولی تھی۔ اور آج اسی مبارک مٹی کی چادر اوڑھے وہ اپنے کریم رب کے ہاں محو استراحت ہیں۔

اس عاجز کو جو اُنھوں نے نصیحت کے طور پر شعر لکھ کر دیا تھا وہ بھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گندھا ہوا اور ان کے عاشق صادق ہونے پر دال ہے۔ پڑھیے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نور محسوس کیجیے۔

کار زارِ دہر میں وجہِ ظفر وجہِ سکوں
عرصۂ محشر میں وجہِ درگزر خیر البشرؐ

محبوبِ ربِ کائنات سے یہی عشق و محبت ہی ان کے حسن خاتمہ کا سبب بنا۔ سبحان اللہ زندگی تو مثالی تھی ہی سہی موت بھی قابل رشک، ایسی سعید موت کی تمنا کون نہ کرے گا۔ گویا موت پر بھی رفعتوں کا تسلسل نہیں ٹوٹا بلکہ رفعتوں کی ایک داستان ہے جو دار بنی ہاشم سے احاطہ بنی ہاشم تک پھیلی ہوئی ہے۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** افسوس! رفعتوں، عظمتوں اور بلندیوں کا فخر ہم سے چلا گیا۔ اور ہم اللہ کی اس مبارک نعمت سے کوئی قابل قدر استفادہ نہ کر سکے اور شاید افسوس کی تلافی کی یہ ایک بے معنی سی کوشش کامیاب ہو جائے کہ ان کی یاد میں چند بے ربط جملے لکھ دیے ہیں۔

لیکن اگر مصر کی بڑھیا ایک سوت کی اَٹی لے کر یوسف علیہ السلام کی خریدار ہونے کی نسبت حاصل کرنے کی کوشش کرسکتی ہے تو میرے قلم کی یہ جنبش بھی حضرت استاد صاحبؒ کی مدح سرائی کی نسبت حاصل کرنے کی ایک سعی ہے۔ اور ممدوح شخصیت کی مدح تو بذاتِ خود ایک سعادت ہے اور اس سے نہ صرف حصولِ سعادت ہے بلکہ ان کے مشن کا پیروکار بننے کا عزم بھی ان شاء اللہ سرمایۂ زیست ہے۔

تو میرے سامنے نہیں ہے میرے رہبر حیات
لیکن تیری بتائی ہوئی رہ گزر تو ہے

برکت کے لیے دادا جان مدظلہ کے سنائے ہوئے اس شعر پر بات مکمل کرتا ہوں جو شورش کاشمیریؒ نے حضرت امیرِ شریعت کی وفات پر ایک تعزیتی جلسہ میں پڑھا تھا۔

رات دن زیرِ زمین لوگ چلے جاتے ہیں
خدا معلوم تہہِ خاک تماشا کیا ہے

اللھم جعلنا من السعداءِ وعبادک الصالحین الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون (آمین)